دارالافتاء

عبدالعزیز زبیدی، واربرٹن
شیخوپورہ

درودِ تاج وغیرہ کا ورد

کراچی سے جناب قاری محفوظ اللہ ہزاروی پوچھتے ہیں کہ:

ایک شخص کا خیال ہے کہ درود ہزارہ، درود لکھی، درود تاج، دعا گنج العرش اور عہد نامہ وغیرہ کا ورد، وظیفہ خلافِ شرع اور بدعت ہے۔

دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ:

نہیں یہ بدعت نہیں کارِ ثواب ہے کیونکہ ان میں بھی خدا کی صفات کا بیان ہے جیسے کوئی شخص اپنی زبان میں خدا کو یاد کرتا ہے اسی طرح ان کا حال ہے۔ ان میں سے صحیح کس کا خیال ہے؟

الجواب: صحیح موقف پہلے شخص کا ہے، دراصل اس قسم کے اوراد اور وظائف نے تلاوت قرآن اور مسنون ذکر و اذکار کی جگہ لے لی ہے جس سے بڑھ کر خسارہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، قرآنِ حکیم کی تلاوت ذکر بھی ہے اور مطلوبِ تلاوت بھی، جس کے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دوسرے جتنے وظیفے اور ذکر ہیں ان کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں اور جو ورد وظیفے اور ذکر اذکار بتائے یا اپنائے ہیں، خدا کے ہاں ان کی حیثیت عبادت کی ہے، دوسروں کی یہ شان نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یار لوگ مصر ہیں کہ ہمیں درود ہزارہ، لکھی، تاج، وغیرہ کے وِرد و وظیفہ کی اجازت ملنی چاہیئے۔ آخر اس میں راز کیا ہے؟ گھاٹے کا یہ سودا ان کو کیوں منظور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ان اداؤں، بے ہنگیوں اور سوچنے کے انداز کو غلط قرار دیا ہے۔

قرآن شریف میں ہے کہ:

"اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ" (پ۱ بقرہ ع۹)

"جو چیز اعلیٰ ہے تم اس کے بدلے میں ایسی چیز لینا چاہتے ہو جو کمتر درجہ کی ہے؟"

کیا یہاں یہ بات ثابت نہیں ہے کہ یہ لوگ قرآنِ حکیم کی تلاوت اور پیارے نبیؐ کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے اذکار کی جگہ، دوسروں کے بنائے ہوئے وظیفوں پر جان چھڑکنے لگے ہیں؟ کیا اس سے بڑھ کر اعلیٰ اور ادنیٰ کا کوئی تصور ممکن ہے؟ ایک طرف قرآنِ حکیم کی تلاوت ہو، دوسری طرف درود بھی کی تلاوت ہو، ادھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ اذکارِ الٰہی ہوں اور دوسری طرف خود ساختہ قسم کے عہد نامے، تو ایسے مرحلہ پر دونوں کے موازنہ کے بعد جو لوگ ان عہد ناموں اور اپنے بنائے ہوئے درودوں پر اصرار کرتے ہیں ان کو اس "ادائے غلط" پر خدا سے ڈر نہیں لگتا؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ بدعات پر جان چھڑکتے ہیں بطور سزا وہ اتنی مقدار میں "سنت" کے ذوق اور عمل سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ:

"ما احدث قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة" (احمد، بزار)

(حضور کا ارشاد ہے) جو گروہ جتنی بدعت ایجاد کرتا ہے اتنی سنت اس سے چھین لی جاتی ہے"۔

جب ان لوگوں کے بدعات پر جان چھڑکنے اور سنت سے بدکنے کے مناظر دیکھتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا ارشاد یاد آ جاتا ہے۔

بدعت کے دراصل دو محرک ہوتے ہیں ایک مزہ بدلنے کا دوسرا مسنون عبادات پر اضافہ کا۔ اور وہ بھی بطور نیک جذبہ کے۔ یہی وہ بیماری تھی جو اہلِ کتاب کو آسمانی صحیفوں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ سے دور لے گئی تھی کیونکہ اب وہ خود ساختہ عبادات اور ورد وظیفوں میں لگے رہتے تھے۔ یہی چیز آج ہمارے دوستوں میں سرایت کر رہی ہے۔ سنت سے بدعت ان کو زیادہ پیاری ہے۔ اگر ان کی بدعات کی راہ لی جائے تو یقین کیجئے قرآن و پیغمبر سے رابطہ برائے نام رہ جائے۔

ہم ان سے پوچھتے ہیں جو ذکر قرآنِ حکیم اور پیغمبر خدا نے بتائے اور تجویز کیئے ہیں وہ بہتر ہیں یا دوسرے؟ تو یہی کہیں گے کہ قرآن اور رسولؐ کے بتائے ہوئے! پھر جب آپ پوچھیں گے کہ جناب آپ ان کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں جان دیتے ہیں؟

تو جواب دیں گے آخر وہ بھی اللہ ہی کا نام لیتے ہیں! اس پر جب ان سے کہیں گے کہ اُس طرح اللہ کا نام کیوں نہیں لیتے جس طرح اللہ اور اس کے رسولؐ نے سکھایا ہے؟

تو اس پر کچھ جواب اُن سے نہ بن آئے گا!

راقم الحروف نے آج سے ۷ سال پہلے ماہنامہ "محدث" کے شوال اور ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ کے شمارہ میں "دلائل الخیرات کا ورد" کے عنوان سے ایک تبصرہ لکھا تھا بہتر ہے ان سطور کے ساتھ ان کو بھی ملا کر پڑھ لیا جائے تو مزید بہتر رہے گا۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ "محدث" ص ۴۲ شوال ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ"

باقی رہا اپنے لفظوں میں خدا کو یاد کرنا، سو یہ ایک الگ صورت ہے یہ ایک غیر مرتبط غیر منظم اور غیر متعین سلسلے ہیں جن کی تلاوت ہوتی ہے نہ ورد، بس وہ نام لینے والی بات ہوتی ہے ــــ اگر یوں کبھی کبھار اس کا کوئی جملہ زبان پر آجائے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہے؟ ــ رونا تو اس بات کا ہے کہ مسنون اذکار کی جگہ ان خود ساختہ ورد وظیفوں نے لے لی ہے۔ اور با قاعدہ ان کی منزلیں اور ختم رواج پا گئے ہیں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد ہوتا تو تصور کیجئے! اگر آپ ان احداثات کو کس نظر سے دیکھتے؟

ناراض مقتدیوں کے امام کی امامت

لودھراں سے جناب خورشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

ایک امام مسجد سے ان کے نمازی ناراض ہیں کہ وہ ان کو منافق اور اپنی جماعت کا باغی تصور کرتے ہیں اور ان کے بے جا اصرار کی وجہ سے پوری جماعت دو حصوں میں بٹ گئی ہے کیا ان کی امامت جائز ہے؟ انکو تنخواہ زکوٰۃ اکٹھا کر کے دیتے ہیں اور وہ لے لیتے ہیں۔ امام موصوف کہتے ہیں اس میں میرا کیا قصور ہے، نہ دو ــ مجھے تو تنخواہ چاہیئے!

ایک دینی مدرسہ موجود ہے اپنے لالچ کے لیئے لوگوں کو اس سے تعاون کرنے سے بھی روکتے ہیں۔ کیا ایسا شخص امامت کے لائق ہے!

الجواب: امام موصوف سے جو لوگ ناراض ہیں اگر ان کی ناراضگی کسی شرعی داعیہ پر مبنی ہے تو مولوی صاحب کو ایسی صورت میں خود بخود ہی امامت سے علیحدہ ہو جانا چاہیئے حضور کا ارشاد ہے کہ:

"ثلثة لا تقبل لهم صلوٰة، الرجل يوم القوم وهم له كارهون" ـ الحديث